انکارِ حدیث: موجودہ دور کا علمی بحران

ہمارے اکابر علماء کا ہمیشہ سے یہ مؤقف رہا ہے کہ قرآن کے معانی، دین کی عملی شکل، اور شریعت کا مکمل نظام صرف اور صرف سنتِ نبویہ اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں ہی سمجھا جاسکتا ہے۔ احادیث نہ صرف قرآن کی تشریح ہیں بلکہ ان کے بغیر دین ایک غیر واضح خاکہ بن کر رہ جاتا ہے۔

موجودہ دور میں ایک مخصوص فکری گروہ جان بوجھ کر احادیثِ نبویہ ﷺ کی اہمیت کو کم کرنے بلکہ ان کا مکمل انکار کرنے کی منظم مہم چلا رہا ہے۔ یہ پروپیگنڈہ بالخصوص اُن افراد کو متاثر کر رہا ہے جو تعلیم یافتہ ہیں اور دینی معاملات میں گہرائی سے واقف نہیں۔ یہ مسئلہ امت مسلمہ کے لیے نہایت حساس ہے، کیونکہ احادیث دین اسلام کی بنیاد ہیں اور قرآن کے عملی نفاذ کا ذریعہ بھی۔ اگر احادیث کو نظر انداز کیا جائے تو دین کی اصل روح باقی نہیں رہتی۔ اس مضمون کا مقصد احادیث کی اہمیت کو علمی انداز میں واضح کرنا اور ان پر کیے جانے والے اعتراضات کا مدلل جواب دینا ہے۔

سر سید احمد خان کا کردار

امتِ مسلمہ اور برصغیر پاک و ہند میں حدیث کے حوالے سے بداعتمادی کا بیج سر سید احمد خان نے بویا۔ سر سید نے انکار حدیث کی بنیاد رکھی، ان کا کہنا تھا کہ اگر کوئی حدیث عقل، سائنس، یا فطرت کے اصولوں سے ٹکراتی ہو تو وہ حدیث صحیح نہیں ہو سکتی۔ ان کا ماننا تھا کہ قرآن مکمل اور محفوظ ہے اور ہدایت کے لیے کافی ہے لہٰذا قرآن کے بعد کسی اضافی راہنمائی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ سر سید احمد خان نے جدید تعلیم اور عقل پرستی کو اس حد تک اپنایا کہ سنت اور حدیث پر سوالات اٹھا دیے۔ وہ یہ دعویٰ تو کرتے تھے کہ قرآن میں پانچ نمازوں کا ذکر موجود ہے، لیکن انھوں نے یہ نہیں بتایا کہ نمازوں کے اوقات، رکعات، اور طریقہ کہاں بیان ہوا ہے۔

اگر صرف قرآن کو کافی سمجھا جائے تو سوال اٹھتا ہے کہ ظہر اور عصر کی چار چار رکعات فرض کہاں لکھی ہیں۔ فجر کی دو اور مغرب کی تین رکعات کی تفصیل کہاں ہے۔ نماز کا پورا طریقہ کہاں بیان ہوا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ سب کچھ صرف سنت اور حدیث کے ذریعے ہی واضح ہوتا ہے۔

اگر سنت کو دین سے نکال دیا جائے تو نہ صرف نماز، بلکہ پورے دین کا عملی نظام باقی نہیں رہتا۔ حدیث قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔ جو لوگ حدیث کو غیر ضروری یا ناقابلِ اعتبار سمجھتے ہیں، وہ در حقیقت قرآن کی اصل روح اور مقصد کی مخالفت کرتے ہیں۔ عقل کی بنیاد پر قرآن کو سمجھنے کا انجام ذہنی الجھن اور دین کی بربادی ہے۔ انکارِ حدیث کا یہ علمی بحران آج بھی ہمارے سامنے ہے، جس کی جڑیں سر سید کے نظریات سے گہرے طور پر جڑی ہوئی ہیں۔

سر سید احمد خان ایک بااثر شخصیت تھے، جنھیں دار العلوم دیوبند کے ممتاز علماء کا ہم سبق ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ سر سید کا اسکول، کالج، علی گڑھ یونیورسٹی اور تعلیمی نظام صرف جدید تعلیم کے فروغ کا ذریعہ نہ تھا، بلکہ ان کے ذریعے ایک مخصوص طبقہ تیار ہوا۔ یہی افراد بعد میں مسلم لیگ کے راہنما، سول سروسز کے افسر، اور آخر کار پاکستان کے حکمران بنے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہی فکری انتشار ہمارے ریاستی اور معاشرتی ڈھانچے کا حصہ بن گیا۔ احادیثِ نبویہ ﷺ کا انکار کرنے والوں کو عموماً چار گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

پہلا گروہ: نبی کریم ﷺ صرف قرآن پہنچانے والے ہیں

سر سید احمد خان سے متاثر افراد کا کہنا ہے کہ قرآن مکمل اور محفوظ ہے اور ہدایت کے لیے کافی ہے، لہٰذا حدیث کو دین کے بنیادی ستون کے طور پر تسلیم کرنا ضروری نہیں۔ یہ گروہ دعویٰ کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا واحد کام صرف قرآن پہنچانا تھا، اور قرآن کے بعد کسی اضافی راہنمائی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ان کے مطابق صرف قرآن ہی ہمارے لیے کافی ہے۔

دوسرا گروہ: احادیث کا اطلاق صرف صحابہ کے دور تک محدود تھا

اس فکر کے حامل افراد، جن میں غلام احمد پرویز اور جاوید احمد غامدی سے متاثر افراد نمایاں ہیں، یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ احادیثِ نبویہ کا اطلاق صرف اُس زمانے یعنی صحابہ اور اُس وقت کے معاشرتی حالات تک محدود تھا، اور ان احکام کو بعد کے ادوار پر نافذ کرنا درست نہیں۔

تیسرا گروہ: حدیث کی تاریخی حیثیت پر اعتراضات

یہ اعتراض غلام احمد پرویز اور ان کے متاثرین کے ذریعے سامنے آیا کہ احادیث، نبی کریم ﷺ کے وصال کے دو سے اڑھائی سو سال بعد لکھی گئیں، اس لیے ان کی مستند حیثیت تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ ان کے نزدیک صحیح بخاری پہلی کتاب ہے، اور چونکہ یہ تیسری صدی ہجری میں مرتب ہوئی، اس لیے یہ مستند نہیں اور اسے قبول نہیں کیا جا سکتا۔

چوتھا گروہ: سنت اور حدیث کے بارے میں شبہات

سنت اور حدیث کے بارے میں دو اہم غلط فہمیوں کی بنیاد امین احسن اصلاحی نے رکھی۔ پہلی یہ کہ انہوں نے سنت کو صرف نبی کریم ﷺ کے عملی پہلو تک محدود کر دیا، حالانکہ فقہی اور دینی اصولوں کے مطابق سنت میں نبی ﷺ کا قول، فعل اور تقریر تینوں شامل ہوتے ہیں۔ دوسری غلط فہمی یہ پیدا کی کہ سنت کا ماخذ احادیث کی کتابیں نہیں، بلکہ امت کا مسلسل اور متواتر عمل ہے، جسے وہ "تواترِ عملی" کا نام دیتے ہیں۔

احادیث کی اہمیت

یاد رکھیں کہ نبی کریم ﷺ کی سنت کو مانے بغیر نہ اسلام کا تصور ممکن ہے اور نہ ہی قرآن کی سمجھ کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے۔
امام شافعی ؒ فرماتے ہیں کہ جیسے اللہ نے قرآن نازل فرمایا، ویسے ہی اپنے نبی ﷺ پر حکمت (سنت) بھی نازل فرمائی۔ (الرسالہ، ص78، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ)۔
مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"سنو! مجھے قرآن کے ساتھ اس جیسی ایک اور چیز (سنت) بھی عطا کی گئی ہے، عنقریب ایک شخص شکم سیر ہو کر اپنی آرام دہ نشست پر بیٹھ کر کہے گا: تمہیں صرف قرآن کافی ہے، جو اس میں حلال ہے اسے حلال مانو، اور جو اس میں حرام ہے اسے حرام سمجھو۔ لیکن یاد رکھو! اللہ کے رسول کی حرام کی گئی چیز بھی اللہ کی حرام کردہ چیز ہی کی طرح حرام ہے۔" (مشکوٰۃ المصابیح، سنن ابن ماجہ، سنن دارمی، سنن ابی داود، سنن ترمذی)
یہ حدیث ان لوگوں کی پیشگی خبر دیتی ہے جو صرف قرآن کو کافی سمجھتے ہوئے سنت کا انکار کریں گے۔ نبی ﷺ نے واضح فرمایا کہ جو کچھ آپ ﷺ نے حرام یا حلال کیا، وہ اللہ ہی کے حکم سے ہے، لہٰذا سنت بھی وحی کی ایک قسم ہے اور

دین کا مستقل اور لازمی حصہ ہے۔ آج ہم ان چاروں نکات کو تفصیل سے بیان کریں گے اور ان کا مکمل تجزیہ کریں گے۔

پہلا اعتراض: نبی کریم ﷺ صرف قرآن پہنچانے والے ہیں

انکارِ حدیث کے پہلے اعتراض کو براہ راست قرآن مجید کی متعدد آیات رد کرتی ہیں، جہاں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں پندرہ سے زائد مقامات پر واضح فرمایا ہے کہ اللہ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ رسول ﷺ کی اطاعت بھی ضروری ہے۔ قرآن میں یہ بات بار ہا دہرائی گئی کہ رسول ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت کا ہی حصہ ہے۔ چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ (سورۃ النساء، آیت 59)

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں صاحبِ امر ہوں"

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (سورۃ آل عمران، آیت 31)

ترجمہ: "کہہ دیجئے: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔"

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (سورۃ آل عمران، آیت 132)

ترجمہ: "اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے"

مَنْ أَطَاعَ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (سورۃ النساء، آیت 80)

ترجمہ: "جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی۔"

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَـٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ (سورۃ النساء، آیت 69)

ترجمہ: "اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہا مانے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے"

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا (سورۃ الانفال، آیت 46)

ترجمہ: "اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور جھگڑے نہ کرو"

وَأَطِعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَاتَّقُوا (سورۃ النور، آیت 52)

ترجمہ: "اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور ڈرو"

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (سورۃ الحشر، آیت 7)

ترجمہ: "جو کچھ رسول ﷺ تمہیں دیں، اسے لے لو اور جس سے منع کریں، اس سے رک جاؤ"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بہت واضح طور پر سمجھادی ہے کہ آپ ﷺ کی ہر بات منجانب اللہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت در حقیقت اللہ کی اطاعت ہی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے تمام اقوال، خواہ وہ تجارت کے متعلق ہوں، خاندانی معاملات، یا سماجی موضوعات پر ہوں، وہ سب وحی الٰہی پر مبنی ہیں۔ سورۃ النساء، آیت 80 میں اللہ تعالیٰ نے یہی بات سمجھائی ہے کہ جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے یقیناً میری اطاعت کی۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ جس نے نبی ﷺ کی نافرمانی کی اس نے دراصل اللہ کی نافرمانی کی۔ ثابت ہوا کہ سنت ہمیشہ واجب الاطاعت ہے۔ چنانچہ ہمیں اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہونا چاہیے کہ احادیث بھی قرآن مجید کی طرح دین کا مستقل اور اہم حصہ ہیں۔

وحی کو دو اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔ وہ وحی جو تلاوت کی جاتی ہے، یعنی قرآن مجید (وحی متلو) اور وہ وحی جو نبی کریم ﷺ کو قرآن کے علاوہ دی گئی (وحی غیر متلو) اور یہی احادیثِ نبویہ کی بنیاد ہے۔ یہ ہمارا ایمان ہے کہ نبی کریم ﷺ کے تمام اقوال اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور ان پر ایمان لانا فرض ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۔ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (سورۃ النجم، آیت 3 اور 4)

ترجمہ: "اور یہ (ﷺ) اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے، یہ تو وہی کچھ کہتے ہیں جو ان پر وحی کیا جاتا ہے"

دوسرا اعتراض: احادیث کا اطلاق صرف صحابہ کے دور تک محدود تھا

بعض افراد، خاص طور پر غلام احمد پرویز اور جاوید احمد غامدی سے متاثر افراد یہ کہتے ہیں کہ احادیث کا اطلاق صرف اس وقت کے حالات اور لوگوں پر ہوتا تھا۔ اگر حدیث کے نفاذ کو صرف نبی کریم ﷺ کے زمانے تک محدود مان لیا جائے تو بعد کی نسلوں کے لیے کیا راہنمائی باقی رہتی ہے۔ اور اس بات کو مان لینا عقیدہ ختم نبوت ﷺ کے انکار کی بنیاد بھی بن جاتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کی ذات عالمگیر ہے۔ آپ ﷺ کی بعثت تمام اقوام اور ہر زمانے کے لیے ہے کیوں کہ قیامت تک کسی نبی نے نہیں آنا۔ لہٰذا آپ ﷺ کی سنت ہر دور میں راہنمائی کا ذریعہ ہے۔ قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی سنت قیامت تک مسلمانوں کے لیے رہنمائی فراہم کرتی رہیں گی۔ اس سلسلے میں قرآن مجید کی چند آیات ملاحظہ کریں:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَـٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (سورۃ سبأ، آیت 28)

ترجمہ: "اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا، خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

وضاحت: یہ آیت رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی بین الاقوامی وسعت اور ہمیشہ رہنے والی حیثیت کو واضح کرتی ہے۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (سورۃ النحل، آیت 44)

ترجمہ: "اور ہم نے آپ کی طرف قرآن مجید کو نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں کے لیے اس کی وضاحت کریں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے، تاکہ وہ غور و فکر کریں۔"

وضاحت: نبی ﷺ کا کام صرف قرآن پہنچانا نہیں بلکہ اس کی تشریح بھی ہے۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ (سورۃ النور، آیت 63)

ترجمہ: "چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ جو (رسول اللہ ﷺ کے) حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ پہنچے ان کو کوئی فتنہ یا پہنچے ان کو دردناک عذاب۔"

وضاحت: نبی ﷺ کے حکم کی مخالفت ہر زمانے میں خطرناک ہے، یعنی سنت کی حیثیت دائمی ہے۔

لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۃ الاحزاب، آیت 21)

ترجمہ: "یقیناً رسول اللہ کی زندگی تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔"

وضاحت: یہ نمونہ صرف صحابہ کے لیے نہیں، بلکہ قیامت تک آنے والے ہر مسلمان کے لیے ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا (سورۃ الاحزاب، آیت 36)

ترجمہ: "کسی مومن مرد یا مومن عورت کو حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو پھر وہ اپنے معاملے میں کوئی اور رائے رکھے۔"

وضاحت: رسول اللہ ﷺ کا حکم ہر زمانے میں حتمی اور واجب العمل ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ (سورۃ النساء، آیت 59)

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں صاحبِ امر ہوں"

وضاحت: اللہ اور رسول دونوں کی الگ الگ اطاعت کا حکم دیا گیا، جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت مستقل حیثیت رکھتی ہے، اور صرف قرآن ہی کافی نہیں۔ قرآن مجید کی یہ تمام آیات اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت و احادیث قیامت تک کے لیے قابلِ عمل اور لازم الاطاعت ہیں۔

تیسرا اعتراض: حدیث کی تاریخی حیثیت پر اعتراضات

غلام احمد پرویز نے احادیث کی تاریخی حیثیت پر اعتراضات کیے، اور ہمارے تعلیم یافتہ طبقے کا ایک بڑا حصہ ان سے متاثر ہوا۔ غلام احمد پرویز نے کئی کتب میں یہ دلیل دی کہ احادیث دو سے اڑھائی صدیوں بعد مرتب ہوئیں اور اس دوران

زبانی روایت پر انحصار کیا گیا اسلئے انھیں مستند نہیں مانا جا سکتا۔ غلام احمد پرویز جیسے مفکرین کا کہنا ہے کہ قرآن مکمل اور محفوظ ہے اور ہدایت کے لیے کافی ہے، لہٰذا احادیث کو بطور ماخذ دین تسلیم کرنا ضروری نہیں۔ سعودی و کویتی علماء نے تو غلام احمد پرویز اور ان کے ماننے والوں کو کافر و مرتد قرار دے دیا کیونکہ انہوں نے حدیث، معجزات اور عذابِ قبر جیسی بنیادی دینی باتوں کا انکار کیا۔

اگر بیشتر احادیث کو بلا جواز اور غیر مستند مان لیا جائے تو دین کے بہت سے اہم احکامات کی بنیاد ختم ہو جائے گی۔ یہ کہنا کہ احادیث نبی کریم ﷺ کی وفات کے دو اڑھائی سو سال بعد مرتب کی گئیں تو یہ بات درست نہیں ہے۔ علم حدیث کا آغاز نبی کریم ﷺ کے زمانے سے ہی ہو گیا تھا اور نبی کریم ﷺ کے دور میں ہی احادیث لکھنے کی اجازت دے دی گئی تھی مثلاً صحیفہ ہمام بن منبہ وغیرہ۔ نبی کریم ﷺ کے دور میں ہی کئی صحابہ احادیث لکھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے بارے میں صحیح بخاری میں مذکور ہے: "میں جو کچھ نبی ﷺ سے سنتا، وہ سب لکھ لیتا"۔ (صحیح بخاری، حدیث 113)

اس وقت کے عرب معاشرے میں زبانی یادداشت بہت مضبوط تھی، ہزاروں صحابہ کرام نے احادیث کو زبانی یاد رکھا، اور متواتر احادیث کی تعداد بھی کم نہیں۔ صحابہ کرام نے نبی کریم ﷺ کے اقوال کو نہ صرف یاد کیا بلکہ انہیں لکھ کر محفوظ بھی کیا۔ تابعین اور تبع تابعین نے صحابہ کرامؓ سے حاصل شدہ روایات کو محفوظ رکھا اور اپنے شاگردوں تک پہنچایا۔ اس علم نے اپنی انتہا محدثین کے دور میں حاصل کی۔ امام بخاری، امام مسلم، اور دیگر محدثین نے انتہائی محنت اور تحقیق کے بعد احادیث کی تدوین کی یعنی انھوں نے احادیث کو جمع کیا اور ترتیب دیا۔ محدثین نے حدیث کی صحت کو جانچنے کیلئے "علم الرجال" اور "علم جرح و تعدیل" جیسے سخت اصول بنائے جس کے تحت احادیث کے راویوں کی زندگی کے حالات کو تفصیل سے محفوظ کیا گیا تاکہ ناقابلِ اعتبار روایات کو رد کیا جا سکے۔ جرح و تعدیل" کے علم نے اسلامی روایت کو علمی اعتبار سے اتنا محفوظ کیا ہے کہ دنیا کی کسی اور تہذیب میں سند کی چھان بین کا اتنا تفصیلی نظام نہیں پایا جاتا۔

ان کی محنت کا نتیجہ ہے کہ ہم صحیح اور ضعیف احادیث کے بارے میں جانتے ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کی موطا (وفات: 179ھ)، جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ (وفات: 256ھ) کی الجامع الصحیح حدیثی معیار کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ تجزیہ یہ

ثابت کرتا ہے کہ حدیث کو چھوڑنا قرآن کی غلط تشریح کا سبب بنتا ہے۔ نبی ﷺ کی سنت قرآن کا عملی نمونہ ہے۔اور حدیث کی تدوین ایک مستند اور مسلسل تاریخی عمل ہے۔

اسماء الرجال کا تعارف

اسماءالرجال کا کام نبی کریم ﷺ سے محبت اور آپ ﷺ کے الفاظ کی سچائی کو ہمیشہ کے لیے ثابت کرنے کی ایک شاندار مثال ہے۔اسماءالرجال میں تقریباً پانچ لاکھ راویوں کی سوانح حیات محفوظ کی گئی ہیں جس میں ہر راوی کا نام، نسب، قبیلہ،، علاقہ، خاندان، سماجی پس منظر، دینی رجحانات، معاملات، ثقافتی و معاشرتی پس منظر، صداقت، دیانت، حافظہ ،اور دیگر اخلاقی و شخصی اوصاف محفوظ کیے گئے۔اس محنت کا نتیجہ یہ ہے کہ آج کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ فلاں راوی کا وجود ہی نہ تھا یا وہ کسی اور علاقے سے تعلق رکھتا تھا۔

کیا احادیث دو اڑھائی صدی بعد مرتب ہوئیں؟

یہ کہنا کہ احادیث نبی کریم ﷺ کی وفات کے دو سے ڈھائی سو سال بعد جمع کی گئیں، حقیقت کے خلاف اور لاعلمی پر مبنی ہے۔ دراصل، حدیث لکھنے کی بنیاد خود نبی کریم ﷺ کے دورِ مبارک میں ہی رکھ دی گئی تھی اور آپ ﷺ نے اپنی زندگی ہی میں بعض صحابہ کو احادیث لکھنے کی اجازت مرحمت فرما دی تھی۔

بعض حکمتوں اور وجوہات کی بنا پر مکی دور میں رسول اللہ ﷺ کی جانب سے احادیث کو لکھنے کی اجازت عام طور پر نہیں دی گئی تھی۔اس زمانے میں قرآن مجید نازل ہو رہا تھا، اور اس کی حفاظت اور صحیح انداز میں امت تک پہنچانا سب سے اہم ذمہ داری تھی اور یہ خدشہ موجود تھا کہ اگر احادیث بھی لکھنا شروع کر دی جائیں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ قرآن اور حدیث میں فرق نہ کر پائیں۔اس لیے نبی کریم ﷺ نے ابتدا میں احادیث کو زبانی یاد رکھنے پر زور دیا اور ان کے تحریری اندراج پر وقتی طور پر پابندی عائد فرمائی، تاکہ قرآن کی آیات مکمل طور پر محفوظ اور ممتاز رہیں۔دوسرا یہ کہ شروع اسلام میں قرآن مجید میں جن موضوعات کو زیر بحث لایا گیا، وہ عقائد، سابقہ اقوام کے قصے اور اخلاقیات تھیں کہ جن کی وضاحت کی ضرورت نہیں تھی۔ مکی سورتوں کے مضامین عموماً یہی ہیں۔

مدنی دور میں جب نبی کریم ﷺ نے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں قیام فرمایا، تو ایک باقاعدہ اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔ریاست کی بنیاد قرآن و سنت پر رکھی گئی اور مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام معاملات

میں راہنمائی کے لیے شریعتِ اسلامیہ کا نفاذ ضروری ہو گیا۔ لہٰذا شریعت کے معاملات میں وضاحت کی ضرورت تھی۔

اس مرحلے پر بہت سے نئے احکام نازل ہوئے، عبادات، معاملات، معاشرت، معیشت، عدل وانصاف، جنگ و امن جیسے کئی شعبوں میں راہنمائی درکار تھی۔ ایسے میں نبی کریم ﷺ کے ارشادات، افعال اور فیصلے امت کے لیے ایک عملی نمونہ بن گئے۔ اس لیے آپ ﷺ نے اس بات کی اجازت مرحمت فرمائی کہ احادیث کو جہاں تک ممکن ہو، ہر حال میں قلمبند کیا جائے تاکہ شریعت کی صحیح اور مکمل تشریح آگے آنے والی نسلوں تک محفوظ طریقے سے پہنچائی جا سکے۔

یہ اجازت اس لیے بھی دی گئی کہ سنتِ نبوی ﷺ ہی قرآنِ مجید کی عملی تفسیر ہے، اور اگر اسے محفوظ نہ کیا جاتا تو امت قرآنِ مجید کے اصل مفہوم اور اس کی درست تعبیر سے ناآشنا رہ جاتی۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کی ہدایت کے مطابق احادیث کو تحریری شکل میں محفوظ کرنا شروع کر دیا۔ آئیں نبی کریم ﷺ کی زندگی کے مختلف ادوار کا جائزہ لیتے ہیں۔

مکی زندگی اور احادیث کے شواہد

نبی کریم ﷺ کی مکی زندگی میں مظالم اور مشکلات کے باوجود ہمیں ایسے شواہد ملتے ہیں جہاں قرآن کے علاوہ دیگر چیزیں بھی لکھوائی گئیں، حالانکہ مکہ میں لکھنا پڑھنا عام نہ تھا۔ مکہ میں اس دور میں کل لکھنے پڑھنے والوں کی تعداد 17 سے 40 کے درمیان بتائی جاتی ہے (امام ذہبی، سیر اعلام النبلاء)۔ مسلمانوں میں حضرت علیؓ، حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابو بکرؓ جیسے افراد لکھنے پڑھنے میں ماہر تھے۔

دعوتِ اسلام، شاہ حبشہ نجاشی کے نام نبی ﷺ کا خط

نبی کریم ﷺ نے مکی دور میں شاہِ حبشہ نجاشی کو دعوتِ اسلام کا خط لکھوایا۔ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دوسری ہجرتِ حبشہ (نبوت کا چھٹا یا ساتواں سال) کے موقع پر حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی قیادت میں ایک بڑا قافلہ بھیجا۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ کی طرف سے نجاشی کے نام ایک تحریری خط بھیجا گیا جس میں اسلام کی دعوت تھی، حضرت جعفرؓ اور دیگر مہاجرین کے بارے میں سفارش تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت

بیان کی گئی تھی۔ ذیل میں نبی کریم ﷺ کا وہ خط پیش کیا جا رہا ہے جو آپ ﷺ نے دوسری ہجرت حبشہ کے موقع پر شاہِ حبشہ نجاشی کو لکھوایا تھا۔ نبی ﷺ کا یہ خط مختلف تاریخی کتابوں میں محفوظ ہے:

اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان، رحم فرمانے والا ہے

یہ خط محمد، اللہ کے رسول کی طرف سے نجاشی، بادشاہِ حبشہ کے نام ہے۔ اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اس کے بعد میں اس اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بادشاہ، پاکیزہ، سلامتی دینے والا، ایمان عطا کرنے والا اور نگہبان ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ ابنِ مریم اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں، جو اُس نے مریم کی طرف ڈالا، اور وہ اللہ کی طرف سے ایک روح ہیں، جیسے اُس نے آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی۔ میں آپ کو اُس اللہ کی طرف بلاتا ہوں جو یکتا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں، اور آپ کو اُس کی اطاعت کی دعوت دیتا ہوں، اور یہ کہ آپ میری پیروی کریں اور اُس (پیغام) پر ایمان لائیں جو میرے پاس آیا ہے، بے شک میں اللہ کا رسول ہوں۔

میں نے اپنے چچا کے بیٹے (حضرت جعفر بن ابی طالبؓ) کو آپ کے پاس بھیجا ہے، ان کے ساتھ کچھ مسلمان بھی ہیں، جب وہ آپ کے پاس پہنچیں تو اُن کی عزت کریں۔ تکبر کو چھوڑ دیں، میں آپ کو اور آپ کے لشکر کو اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے پیغام پہنچا دیا اور خیر خواہی کی، پس میری نصیحت قبول کریں۔ سلام ہو اُس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

(سیرت ابن ہشام، ج 1، ص 336، 337، دار ابن حزم بیروت، البدایہ والنہایہ از حافظ ابن کثیر، ج 3، ص 57، دلائل النبوۃ از امام بیہقی)

ہجرت کے دوران احادیث کے شواہد

ہجرت کے سفر کے دوران سراقہ بن مالک بن جعشم، جو نبی کریم ﷺ کو گرفتار کرنے کے ارادے سے نکلا تھا، آپ ﷺ کے اخلاق اور نبوت سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ اس نے نبی کریم ﷺ سے فتح کے بعد کے لیے تحریری امان کی درخواست کی، جس پر نبی ﷺ نے حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے تحریری ضمانت لکھوائی۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے سراقہ سے فرمایا کہ ایک دن تم فارس کے بادشاہ کسریٰ کے سونے کے کنگن پہنو گے۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں جب فارس فتح ہوا تو یہ پیشگوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی، اور سراقہ کے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن پہنائے گئے۔ (سیرت ابن ہشام، دلائل النبوۃ از امام ذہبی، البدایہ والنہایہ، تاریخ طبری، مسند احمد بن حنبل)

مدنی زندگی اور احادیث کے شواہد

میثاقِ مدینہ:

مدینہ منورہ ہجرت کے بعد، نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں آباد مختلف قبائل خصوصاً یہودی قبائل (بنو قریظہ، بنو نضیر، بنو قینقاع) اور اوس و خزرج (مدینہ کے انصار) کے ساتھ ایک تاریخی معاہدہ کیا، جسے تاریخ میں "میثاقِ مدینہ" کہا جاتا ہے۔ یہ معاہدہ اسلامی ریاست کا پہلا تحریری دستور تھا۔ اس کی تفصیلات سیرت ابن ہشام، سنن ابی داود، طبقات ابن سعد اور تاریخ طبری جیسی معتبر کتبِ سیرت و تاریخ میں محفوظ ہیں۔

مختلف ممالک کے حکمرانوں کو لکھے گئے خطوط:

مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے بعد، نبی کریم ﷺ نے ارد گرد کے بادشاہوں، حکمرانوں اور گورنروں کو اسلام کی دعوت پر مبنی رسمی خطوط ارسال کیے۔ ان خطوط کا مقصد نہ صرف دعوتِ دین تھا بلکہ بین الاقوامی سطح پر اسلامی ریاست کا تعارف اور امن پر مبنی تعلقات کا قیام بھی تھا۔ ان خطوط میں جن مشہور حکمرانوں کو مخاطب کیا گیا، ان میں ہِرقل (سلطنتِ روم کا فرمانروا)، کسریٰ (ایران کا بادشاہ)، نجاشی (حبشہ موجودہ ایتھوپیا کا بادشاہ)، ہَوذہ بن علی (یمامہ کا مقامی حکمران)، منذر بن ساوی (بحرین کا گورنر) اور مقوقس (مصر کے حکمران) شامل ہیں۔ ان میں سے کئی خطوط آج بھی اصلی حالت میں محفوظ ہیں جن پر نبی کریم ﷺ کی مہر بھی ثبت ہے۔ ان خطوط کا متن من و عن ہم تک پہنچا ہے۔ یہ خطوط اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں تحریر کا رواج موجود تھا۔ (صحیح بخاری و مسلم، سیرت ابن ہشام، طبری کی تاریخ، دلائل النبوۃ از امام ذہبی)

حضرت تمیم داری کا واقعہ:

حضرت تمیم داریؓ فلسطین (شام) کے رہنے والے تھے اور قبولِ اسلام سے قبل عیسائی مذہب رکھتے تھے۔ وہ سمندری سفر کے ماہر اور جہاز رانی کے شعبے سے وابستہ تھے۔ مدینہ آکر اسلام قبول کرنے کے بعد، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ اگر امت اسلامیہ شام فتح کرے، تو انہیں وہاں زمین عطا کی جائے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور ایک تحریری فرمان جاری کیا، جس میں "عینون" اور "حباء" نامی دو گاؤں ان کے لیے مخصوص کیے گئے۔ یہ فرمان حضرت عمرؓ بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں نافذ ہوا،

جب شام فتح ہو چکا تھا، اور حضرت تمیم داریؓ کو ان علاقوں پر تصرف دیا گیا۔ (الطبقات الکبریٰ از ابن سعد، فتوح البلدان از بلاذری، الاصابہ فی تمیز الصحابہ از ابن حجر)

ابو شاہ یمنی کی درخواست

صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق ابو شاہ یمنی نے آپ ﷺ سے درخواست کی تھی کہ جو باتیں انہوں نے فتح مکہ کے خطبہ عام میں آپ ﷺ سے سنی ہیں، وہ انہیں لکھ کر دے دی جائیں۔ تو آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ ابو شاہ کو لکھ کر دے دو۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 111)

حضرت جابر بن عبداللہ کا صحیفہ

اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہ کا وہ صحیفہ بھی نہایت اہم ہے، جس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی احادیث کو تحریری طور پر محفوظ کیا تھا۔ اس صحیفے میں بالخصوص وہ احادیث درج تھیں جو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے نماز، حج، اور دیگر عبادات و معاملات کے بارے میں سنی تھیں، جسے بعد میں دیگر محدثین نے بھی روایت کیا۔ (طبقات ابن سعد، مسند احمد، سیر اعلام النبلاء از امام ذہبی)

حضرت علی کا صحیفہ

حضرت علی کا صحیفہ بھی حدیث و سنت کی ابتدائی کتابت کا ایک واضح ثبوت ہے۔ حضرت ابو جحیفہ کے سوال پر کہ کیا آپ کے پاس قرآن کے علاوہ بھی کوئی خاص علم ہے، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میرے پاس اللہ کی کتاب، اس کا فہم، اور ایک صحیفہ ہے۔ جب اس صحیفے کے بارے میں پوچھا گیا تو حضرت علیؓ نے بتایا کہ اس میں دیت کے احکام، قیدیوں کی رہائی اور یہ حکم درج ہے کہ مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔ یہ صحیفہ دراصل رسول اللہ ﷺ کے قانونی اور عدالتی فرامین پر مشتمل ایک تحریری دستاویز تھی، جو حضرت علیؓ کے پاس محفوظ تھی۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سیر اعلام النبلاء از امام ذہبی، الطبقات الکبریٰ از ابن سعد)

احادیث کی تدوین کا آغاز

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ احادیث کی تدوین کیسے ہوئی؟ کیا صحابہ کرام احادیث کو لکھتے تھے؟ ایک صحابی نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ بہت سی باتیں ارشاد فرماتے ہیں، اور میرا حافظہ کمزور ہے،

جس کی وجہ سے میں کچھ باتیں بھول جاتا ہوں۔ براہِ کرم، مجھے رہنمائی فرمائیں کہ میں کیا کروں؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لو" یعنی لکھ لیا کرو۔ (جامع ترمذی 2857)

چنانچہ صحابہ کرام نے احادیث کو لکھنا شروع کیا اور یوں احادیث کے بہت سے صحیفے لکھے گئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا مجموعۂ حدیث

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اس حوالے سے مشہور صحابی ہیں۔ وہ جوانی میں ہی اسلام قبول کر چکے تھے اور انتہائی ذہین اور تعلیم یافتہ تھے۔ انہیں کئی زبانوں پر عبور تھا، اور وہ سریانی زبان میں بائبل اور تورات بھی پڑھتے تھے۔ انہوں نے مسجد نبوی میں بیٹھ کر نبی کریم ﷺ کے ارشادات کو لکھنا شروع کیا۔ ایک دن کسی نے ان سے کہا کہ تم ہر بات لکھ لیتے ہو؟ نبی کریم ﷺ تو انسان ہیں؛ کبھی غصے میں ہوتے ہیں اور کبھی خوشی میں۔ تمہیں ان سے پوچھنا چاہیے کہ کون سی باتیں لکھنی ہیں اور کون سی نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو نے یہ بات نبی کریم ﷺ سے بیان کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

لکھو، عبداللہ! اللہ کی قسم! اس زبان سے جو کچھ نکلتا ہے وہ حق ہی ہوتا ہے۔ (مسند احمد 6802, سنن ابوداؤد 3646)

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرو نے احادیث کو لکھنا جاری رکھا اور دس ہزار سے زیادہ احادیث جمع کر کے ایک مکمل کتاب تیار کی، جسے "صحیفہ صادقہ" کہا جاتا ہے۔ یہ حدیث کی پہلی کتاب تھی جو آپ ﷺ کے زمانہ میں ہی لکھی گئی، محدثین میں اس کا تذکرہ عام ہے۔

صحیح بخاری ہی کی ایک روایت کے مطابق حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو سے زیادہ کوئی بھی حدیث نبوی کو مجھ سے زیادہ جاننے والا نہیں تھا کیونکہ وہ آپ ﷺ کی احادیث لکھ بھی لیتے تھے اور یاد بھی کرتے تھے جبکہ میں صرف یاد رکھتا تھا اور لکھتا نہ تھا۔

حضرت انس بن مالک کی خدمات

حضرت انس بن مالک کے حوالے سے ایک اور اہم واقعہ ہے۔ جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حضرت انس فرماتے ہیں کہ اس وقت میری عمر دس سال تھی۔ میری والدہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے نبی کریم ﷺ کے

پاس لے گئیں۔ انہوں نے فخر سے کہا کہ یا رسول اللہ! میرا بیٹا پڑھنا اور لکھنا جانتا ہے، اور آپ کے لیے یہ خدمت انجام دے سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خوش دلی سے انہیں قبول کیا۔ حضرت انس فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کی وفات تک ان کی خدمت کی۔

حضرت انس نبی کریم ﷺ کے نجی اور عوامی معاملات میں ساتھ رہتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ جو بھی نبی کریم ﷺ سے سنتے یاد یکھتے، اسے لکھ لیا کرتے تھے۔ ان کے پاس ایک تحریری مجموعہ تھا، جسے وہ "صحیفہ" کہتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اس صحیفے کی تصحیح خود فرمائی، اور یہ ایک منفرد اور مستند مجموعۂ حدیث بن گیا۔ اللہ نے حضرت انس کو ایک طویل عمر عطا فرمائی، اور وہ ایک صدی تک زندہ رہے۔

حضرت ابوہریرہ کی احادیث کا ذخیرہ

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ سے بہت باتیں سنتا ہوں، مگر بھول جاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ، میں نے اپنی چادر پھیلائی، آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی چلو بنائی اور میری چادر میں ڈال دی۔ فرمایا کہ چادر کو لپیٹ لو۔ میں نے چادر کو اپنے بدن پر لپیٹ لیا، پھر اس کے بعد میں کوئی چیز نہیں بھولا۔

حضرت ابوہریرہ، جن سے تقریباً چھ ہزار سے زائد احادیث مروی ہیں، وہ ان صحابہ میں شامل ہیں جنھوں نے نبی کریم ﷺ کے قریب رہ کر دین سیکھا اور محفوظ کیا۔ آپ صفہ کے علاقے میں رہائش پذیر تھے اور چونکہ آپ تنہا تھے، اس لیے آپ زیادہ وقت نبی کریم ﷺ کے قریب گزارتے۔ حضرت ابوہریرہ عربی کے علاوہ فارسی اور سریانی زبان پر بھی عبور رکھتے تھے۔ آپ نے نبی کریم ﷺ سے جو کچھ سنا، اسے محفوظ کیا۔

حضرت ابوہریرہ کے شاگرد ہمام بن منبہ (وفات: 131ھ) ان خوش نصیب افراد میں سے ہیں جنہیں آپ نے ذاتی طور پر احادیث لکھ کر دیں۔ انہوں نے تقریباً 150 احادیث پر مشتمل ایک صحیفہ ترتیب دیا، جو تاریخ میں محفوظ رہا۔ یہ صحیفہ اس قدر مستند اور قیمتی ہے کہ بعد میں اسے امت تک پہنچایا گیا۔ مشہور اسکالر ڈاکٹر حمید اللہ، نے اس پر تحقیق کی اور اس کا اصل نسخہ دریافت کیا۔ یہ صحیفہ آج دنیا کا سب سے قدیم تحریری مجموعۂ حدیث مانا جاتا ہے، جو

براہ راست حضرت ابوہریرہ سے ہمام بن منبہ تک پہنچا اور حضرت ابوہریرہ نے نبی کریم ﷺ سے یہ احادیث سنی تھیں۔ صحیفہ ہمام بن منبہ کی احادیث مسند احمد میں بھی موجود ہیں۔ اس صحیفے سے امام بخاری، امام مسلم، امام احمد، جیسے جلیل القدر محدثین نے احادیث لی ہیں۔ اس صحیفے کے دو قلمی نسخے، دمشق اور برلن میں موجود ہیں کہ جن میں فرق نہیں ہے۔

چوتھا اعتراض: سنت اور حدیث کے بارے میں شبہات

حدیث کی تعریف محدثین کے نزدیک یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔ یعنی آپ ﷺ کا ارشاد، عمل، اخلاق و عادات، ظاہری اوصاف اور آپ ﷺ کی تقریر سب حدیث کے دائرے میں آتے ہیں۔ یہاں **"تقریر"** سے مراد وہ عام مفہوم نہیں ہے جو آج کل رائج ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے کوئی کام کیا اور آپ ﷺ نے اسے دیکھا یا سنا، لیکن اس پر خاموشی اختیار کی، تو آپ ﷺ کا یہ سکوت **"تقریر"** کہلاتا ہے۔

لہٰذا سنت آپ ﷺ کا قول، فعل اور تقریر ہے اور حدیث اس قول، فعل اور تقریر کے بیان کا نام ہے۔ اس لیے صحیح اور ضعیف حدیث ہوتی ہے نہ کہ سنت۔ کیونکہ سنت تو اللہ کے رسول ﷺ کا قول، فعل اور تقریر ہے تو وہ کیسے ضعیف یا موضوع ہو سکتی ہے۔

ہمارے ہاں سنت اور حدیث میں فرق کے حوالہ سے دو غلط فہمیاں پیدا کی گئی ہیں اور دونوں غلط فہمیاں امین احسن اصلاحی (متوفی 1997) نے پیدا کیں۔ امین احسن اصلاحی نے سنت سے مراد اللہ کے رسول ﷺ کا عمل لیا اور آپ ﷺ کا قول اور تقریر اس سے نکال دیا حالانکہ فقہی اور دینی اصولوں کی تمام کتابوں میں تمام مکاتب فکر کے نزدیک سنت کی تعریف میں فعل کے ساتھ آپ ﷺ کے قول اور تقریر کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

امین احسن اصلاحی نے ایک اور غلط فہمی یہ پیدا کی کہ سنت کی بنیاد حدیث کی کتابیں نہیں ہیں۔ تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سنت ہمیں کہاں سے ملے گی۔ اصلاحی صاحب کے مطابق، سنت ہمیں حدیث کی کتابوں میں نہیں، بلکہ مسلمانوں کے مسلسل عمل یعنی "تواترِ عملی" سے ملے گی۔

حالانکہ امت کے کسی بھی بڑے عالم یا فقہی مکتبِ فکر کے بانی، بشمول امام مالکؒ، کا یہ موقف نہیں رہا کہ سنت مسلمانوں کے مسلسل عمل (تواترِ عملی) سے حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ تمام اکابر علماء نے سنت کا ماخذ (سنت حاصل کرنے کا طریقہ) ان احادیث کو ہی مانا ہے جو ہم تک پہنچی ہیں۔ اصلاحی صاحب کے اس تصورِ سنت کو جاوید احمد غامدی نے ایک مکمل نظریے کی شکل دی اور اس کی بھرپور تشہیر بھی کی۔

کسی عمل کو "تواترِ عملی" کہنا دراصل اس بات کا دعویٰ ہے کہ وہ عمل نبی کریم ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک ہر دور میں، بغیر کسی ناغے کے، مسلسل جاری رہا ہے۔ گویا چودہ صدیوں پر مشتمل اسلامی تاریخ کی ہر نسل اور ہر زمانے میں وہ عمل امت کے اندر رائج رہا ہو۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آج ہم پندرھویں صدی میں جی رہے ہیں، تو ہمارے پاس پہلی چودہ صدیوں میں جھانکنے اور ان کے عملی رجحانات کو دیکھنے کا ذریعہ کیا ہے۔ کیا ہم یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ جو عمل آج رائج ہے، وہ لازماً ہر پچھلی صدی میں بھی رائج رہا ہوگا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ چونکہ آج یہ عمل موجود ہے، اس لیے یہ نبی ﷺ کے زمانے سے چلا آرہا ہے، تو اس سے بڑی سادگی اور ناواقفیت کی کوئی مثال نہیں ہو سکتی۔

یہ بات ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص کہے کہ مجھے کسی درخت کے پانچ سو سال پرانے ہونے کا یقین صرف اس لیے ہے کہ وہ ہمیشہ سے موجود رہا ہے، میں کسی تاریخ یا تصویر پر یقین نہیں کرتا۔ لیکن جب اس سے پوچھا جائے کہ یہ کیسے پتا چلا کہ یہ درخت واقعی پانچ سو سال پرانا ہے، تو جواب دیتا ہے کہ پرانی کتابوں میں لکھا ہے، بزرگوں نے بتایا، اور مورخین نے ذکر کیا ہے۔ اب سوچیں، جو شخص "خبر" یا "روایت" سے انکار کر رہا تھا، اسے آخر میں اسی پر واپس آنا پڑتا ہے۔

پس یہ ایک فکری تضاد ہے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم حدیث کی روایت کو نہیں مانتے، صرف وہ عمل مانتے ہیں جو امت میں تواتر کے ساتھ ہمیشہ سے ہوتا رہا ہو (تواترِ عملی)، وہ بھی آخر کار اس تواتر کو ثابت کرنے کے لیے تاریخ، اقوالِ سلف، اور پرانی روایتوں کا سہارا لیتے ہیں۔ کیونکہ ماضی کے کسی عمل کے مسلسل ہونے کو جانچنے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے خبر۔ اب چاہے آپ اسے تاریخ کا نام دیں یا روایت کا، اصل میں آپ کو کسی نہ کسی ذریعے سے خبر ہی لینی پڑے گی۔ بغیر خبر اور روایت کے ماضی میں کسی بھی عمل کے رواج کو جاننا ناممکن ہے۔ لہٰذا جو لوگ احادیث کی خبر سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں جب وہ تواترِ

عملی کو ثابت کرنے کے لیے تاریخ کی کتابیں کھولتے ہیں، تو پھر خود ہی اس اصول کو مان لیتے ہیں کہ خبر ہی ماضی کے کسی عمل کو جانچنے کا ذریعہ ہے۔ خواہ وہ حدیث کی صورت میں ہو یا کسی تاریخی روایت کی شکل میں۔ یعنی جس خبر کو وہ رد کرنا چاہتے تھے، وہی ان کے لیے بنیاد بن جاتی ہے۔

خلاصہ مضمون

احادیث نبی کریم ﷺ کی زندگی، اقوال، اور افعال کا مجموعہ ہیں، جو قیامت تک انسانیت کے لیے روشنی کا ذریعہ رہیں گی۔ اگر اسلام سے نبی کریم ﷺ کی شخصیت کو نکال دیا جائے، تو کچھ بھی باقی نہیں رہتا، کیونکہ قرآن اور احادیث ہی دین کا مکمل نظام ہیں۔ یہی وہ روشنی ہے، جو انسان کو اللہ تک پہنچاتی ہے۔ اسلام کا مکمل فہم صرف قرآن کے ساتھ ساتھ سنتِ نبوی ﷺ اور احادیثِ مبارکہ سے ہی ممکن ہے، کیونکہ سنت دراصل قرآن کی عملی تفسیر ہے۔

پس قرآن مجید الفاظ ہیں اور سنت ان الفاظ کا معنی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں لفظ اہم ہے اور سنت میں معنی۔ قرآن مجید میں الفاظ کی حفاظت پر زور دیا گیا ہے، اور سنت میں معانی و مفہوم کی حفاظت اہم ہے۔ جو لوگ سنت کا انکار کرتے ہوئے صرف قرآن کے الفاظ کو تسلیم کرتے ہیں، وہ دراصل قرآن کی تشریح اپنی سوچ کے مطابق کرتے ہیں جو قرآن کے حقیقی پیغام سے ہٹ کر اپنی مرضی کی تعبیر کرنے کے مترادف ہے۔

قادیانیت، رافضیت، باطنیت، خوارجیت، اعتزال وغیرہ جیسی جتنی فکری گمراہیاں ہیں، سب کی بنیاد قرآن مجید ہے۔ اور قرآن مجید اسی وقت گمراہی کی بنیاد بن جاتا ہے جب اس کے الوہی معنی یعنی سنت کا انکار کر دیا جائے۔ اور پھر تو صرف الفاظ ہیں، اب آپ ان سے جو کھیل کھیلنا چاہیں، کھیل سکتے ہیں۔